حافظ غلام مرتضیٰ

چوتھی صدی ہجری میں عالمِ اسلامی کی مذہبی حالت

(۲)

اقلیم رحاب یہ اقلیم بحرِ طبرستان اور موجودہ ترکی کے درمیان واقع تھی اور اس کے اکثر شہر بحرِ طبرستان کے مغربی ساحل پر شمال سے جنوب تک پھیلے ہوئے تھے۔ عہدِ حاضر میں اس کے بعض حصے شمالی ایران اور بعض روس (آذربیجان سوویٹ سوشلسٹ ریپبلک) اور ترکی میں شامل ہیں۔ اس ملک کا دارالسلطنت شہر اردبیل تھا اور پوری اقلیم کو بتفصیلِ ذیل تین بڑے صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔

۱۔ اران۔ یہ صوبہ ملک کے ایک تہائی حصے پر مشتمل تھا۔ اس کا صدر مقام بردعہ تھا اور مشہور شہر یہ تھے طفلیس، قلعۂ شروان، باکو اور باب الابواب۔

۲۔ ارمینیہ۔ اس کا صدر مقام دبیل تھا اور خاص شہروں میں بدلیس، خلاط، ارجیش، مراغہ اور سنجان تھے۔

۳۔ آذربیجان۔ اس کا صدر مقام اردبیل تھا اور مشہور شہر یہ تھے۔ رسبہ، تبریز، جابردان، میمذ، موقان اور برزند۔

مذہبی حالت یہاں کے باشندے عام طور پر صحیح العقیدہ تھے۔ اہلِ طفلیس سنّی تھے اور سلف صالحین کے مذہب پر قائم تھے۔ ان لوگوں میں علمِ حدیث کا بہت زیادہ چرچا تھا اور علمائے حدیث کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ بعض مقامات پر باطنی فرقہ کے لوگ بھی کافی تعداد میں پائے جاتے تھے۔ باطنیہ اصل میں اسماعیلیہ تھے جو امام جعفر صادق کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حضرت اسماعیل کی امامت کے قائل ہیں۔ ان کے اندر مختلف فرقے تھے مثلاً میمونیہ، خلفیہ، شمیطیہ، برقعیہ اور جنابیہ۔ ان فرقوں کا شمار قرامطہ میں ہوتا ہے۔ اور ان کو باطنیہ اس لئے کہا جاتا تھا کہ ان کا عقیدہ تھا "لکلّ ظاہرٍ باطنٌ"۔ ان کا قول تھا کہ قرآن کریم کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ لیکن مراد باطن قرآن ہے اور اسی پر وہ عمل کرتے تھے۔ ان کے نزدیک قرآن کے ظاہری معنی جو لغت سے نکلتے ہیں وہ عمل کے قابل نہیں۔ اسی طرح ہر شرعی عمل کا مقصود باطن ہے نہ کہ ظاہر۔ مثلاً حج کا باطن امام کے پاس پہنچنا ہے اور نماز کا باطن امام کی فرمانبرداری ہے وغیرہ۔

یہاں کے مسلمان علم کلام کے قائل نہیں تھے اور نہ اس میں دلچسپی لیتے تھے۔ البتہ ان لوگوں کو علم تصوف کی معلومات حاصل تھیں اگرچہ اس میں بھی کچھ زیادہ کمال اور شہرت کے مالک نہ تھے۔ شہر دبیل میں ان لوگوں کی ایک خانقاہ بھی

تھی۔ آگے چل کر یہاں پر بڑے بڑے صوفیا کرام پیدا ہوئے جن میں مولانائے روم کے پیر مرشد شمس تبریز زیادہ مشہور ہیں۔
اس اقلیم کے باشندے اہلحدیث اور امام احمد بن حنبل کے پیرو تھے۔ لیکن شہر دیبل میں حنفی مذہب کو غلبہ حاصل تھا۔
بعض دوسرے شہروں میں بھی حنفی المذہب پائے جاتے تھے اگرچہ ان لوگوں کا زیادہ زور نہ تھا۔
اس ملک میں اکثر مقامات پر عیسائی مذہب کے لوگ ملتے تھے اور انھیں کو غلبہ حاصل تھا۔ دبیل کی جامعہ مسجد سے ملا ہوا ایک گرجا گھر تھا جس کا انتظام کردوں کے ہاتھ میں تھا۔

اقلیم جبال جی۔ لی اسٹرانشر لکھتا ہے کہ یونانی جس وسیع و عریض کوہستانی علاقہ کو میڈیا کہتے تھے اور جو مغرب میں میسوپوٹیمیا کی سطح زمینوں سے شروع ہو کر مشرق میں بادیۂ ایران تک پھیلا ہوا تھا، وہ عرب جغرافیہ نویسوں کا صوبۂ جبال تھا کیونکہ اس میں ایک سرے سے لے کر دوسرے کنارے تک کوہ البرز کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ چوتھی صدی میں یہاں پر آل بویہ کی حکومت تھی۔ یہ خاندان ۳۲۰ھ سے ۴۴۷ھ تک حکومت کرتا رہا۔ عہدِ حاضر میں یہ علاقہ حکومت ایران میں شامل ہے۔ یہ ملک تین صوبوں اور سات نواحی میں منقسم تھا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ رے: اس کا صدر مقام بھی رے تھا جو دنیائے اسلام کے مشہور شہروں میں تھا۔ یہاں پر علماء و مشائخ اور ائمہ و زہاد کی کثرت تھی۔ یہاں کے دیگر مشہور شہر آوہ، ساو اور قزوین تھے۔

۲۔ ھمدان۔ پوری سلطنت کا دارالسلطنت بھی ہمدان تھا۔ اس صوبے کے خاص شہر یہ تھے: اسد آباد، رامن، سیراوند اور روذراور۔

۳۔ اصفہان۔ اس کا صدر مقام یہودیہ تھا اور مشہور شہروں میں مدینہ، خولنجان، سمیرم اور اردستان تھے۔
اس کے اندر یہ سات نواحی تھے۔ قم، کاشان، صیمرہ، لہج، نہاوند، دینور اور شہر زور۔

مذہبی حالت اس اقلیم میں مختلف قسم کے مذاہب مروج تھے اور اپنے اپنے عقائد میں انتہا پسند تھے۔ بعض لوگ غالی نجاریہ تھے۔ جو دینِ حق پر چلنے والوں پر کفر کا فتوےٰ لگاتے تھے اور بعض دوسرے غالی حنابلہ تھے جو امیر معاویہ کی محبت میں غلو کرتے تھے بالخصوص اصفہان کے باشندے۔ اس سلسلے میں مقدسی نے ایک واقعہ لکھا ہے جس سے ان کی گمراہی کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص کے زہد و تقوےٰ کی تعریف کی گئی تو میں قافلہ چھوڑ کر اس سے ملاقات کے لئے گیا اور اسی کے پاس رات گزاری اور اس سے میں نے مختلف سوالات کئے۔ یہاں تک کہ جب میں نے اس سے دریافت کیا کہ صاحب بن عباد کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو وہ اس پر لعنت بھیجنے لگا اور کہا کہ صاحب ایک ایسا مذہب لے کر آیا جس کا ہمیں بالکل علم نہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے۔ تو جواب دیا کہ صاحب کا قول ہے کہ امیر معاویہ پیغمبر نہ تھے۔ اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ آپ کیا کہتے ہیں تو جواب دیا کہ میں وہ کہتا ہوں جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ یعنی لا نفرق بین احدٍ من رسلہ حضرت ابوبکر پیغمبر تھے، عمر فاروق پیغمبر تھے۔ اسی طرح چاروں خلفائے راشدین

رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا۔ آخر میں کہا کہ اور امیر معاویہ پیغمبر تھے۔ مقدسی لکھتا ہے کہ میں نے اس شخص سے کہا کہ ایسا نہ کہو۔ کیونکہ وہ چاروں تو خلفاء تھے اور امیر معاویہ ایک بادشاہ تھے۔ کیونکہ نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے الخلافۃ بعدی الی ثلاثین سنۃ ثم تکون ملکا۔ (خلافت میرے بعد تیس سال تک رہے گی اس کے بعد خلافت سلطنت میں تبدیل ہو جائے گی) یہ سُن کر وہ مجھ کو ملامت کرنے لگا اور لوگوں سے کہا کہ یہ شخص رافضی ہے۔ پس اگر قافلے والے مجھ تک نہ پہنچ جاتے تو لوگ مجھ پر حملہ کر دیتے۔

قزوین اور رے کے باشندے نجاریہ تھے لیکن اس کے دیہی علاقوں میں زعفرانیہ تھے جو خلق قرآن کے مسئلہ میں توقف کرتے تھے یعنی صراحتاً نہ تو مخلوق کہتے تھے اور نہ غیر مخلوق۔ عبدالقاہر البغدادی اپنی کتاب "الفرق بین الفرق" زعفرانی کی بابت جس کی جانب زعفرانیہ منسوب تھے لکھتے ہیں کہ وہ کہتا تھا کہ کلام اللہ ماسوا اللہ ہے اور جو چیز بھی ماسوا اللہ ہے وہ مخلوق ہے۔ پھر اس کے باوجود یہ بھی کہتا تھا کہ کتا اس شخص سے بہتر ہے جو کہے کہ کلام اللہ مخلوق ہے۔

مقدسی کہتا ہے کہ زعفرانی کے بیٹے ابو عبداللہ نے اپنے آباء کے مذہب کو ترک کر کے نجار کا مذہب اختیار کر لیا تھا جو قرآن کو قطعی طور پر مخلوق کہتا تھا۔ اسی لئے دیہات والوں نے اس سے علٰحدگی اختیار کر لی تھی۔ لیکن عوام اس بارے میں فقہاء کے پیرو تھے یعنی قرآن کو غیر مخلوق کہتے تھے۔ قم کے باشندے غالی شیعہ تھے جنھوں نے جماعتوں کو ترک کر کے مسجد میں جانا بند کر دیا تھا لیکن رکن الدولہ نے ان کو مسجد آباد کرنے پر مجبور کیا۔ یہودیہ میں اہلسنت والجماعت پائے جاتے تھے۔ اور کاشان میں حشویہ کا غلبہ تھا۔ جو اہلحدیث حدیثوں کے محض لفظی معنی پر عمل کرتے تھے ان کو معتزلہ حشویہ کہتے تھے۔ ہمدان اور اس کی چھاؤنیوں کے لوگ اہلحدیث تھے۔ ابن حوقل یہاں کے ایک شہر سہرورد کے متعلق لکھتا ہے کہ وہاں کے اکثر باشندے خوارج تھے۔

شہرے میں حنفی مذہب کے لوگوں کا غلبہ تھا اگرچہ شافعی اور حنبلی مذہب والے بھی کافی تعداد میں تھے۔ جن کو اچھی خاصی اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ جامع مسجد کے امام مختلف تھے۔ ایک دن حنفی امام ہوتا تو دوسرے دن شافعی۔ دینور میں سفیان ثوری کے مذہب کا زیادہ زور تھا اور مسجد میں حنفی مذہب کے مطابق تکبیر کے کلمات دو دو بار کہے جاتے تھے۔ اس سے قبل اصفہان کا بھی یہی مسلک تھا۔

تعجب ہے کہ مشہور مصری عالم استاذ احمد امین جن کے تبحر علمی کے مقابلے میں راقم الحروف کی حیثیت طفلِ مکتب کی سی ہے۔ اُنھوں نے مقدسی کی عبارت "والاقامۃ فی الجامع مثنیٰ" کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا۔ چنانچہ لفظ اقامۃ کو بدل کر امامۃ کر دیا۔ اس کے بعد مذکورۂ بالا عبارت کا مفہوم قوسین کے درمیان یوں لکھتے ہیں۔

یومٌ لمذهب ویومٌ لمذهب ۔۔ ایک دن ایک مذہب کا امام ہوتا تھا تو دوسرے دن دوسرے مذہب کا۔

حالانکہ مقدسی نے اپنی عبارت میں امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اقامت (تکبیر) کے مسئلہ

میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تکبیر کے سارے کلمات دو دو بار کہے جاتے ہیں لیکن امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف اللہ اکبر، اللہ اکبر تو دو بار کہے جاتے ہیں۔ اس کے بعد باقی کلمات صرف ایک ایک مرتبہ۔ البتہ امام شافعیؒ کے یہاں قد قامت الصلوٰۃ کو بھی دو بار کہا جاتا ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ نے دونوں طریقوں کی اجازت دی ہے خواہ ایک ایک بار کہیں یا دو دو مرتبہ

اس ملک میں خرمیہ بھی پائے جاتے تھے جو کوہستانی علاقوں میں رہتے تھے۔ انھیں میں سے بابک خرمی تھا جس نے اسلام میں فرقہ مزدکیہ کو از سر نو زندہ کیا۔ اس کا مذہب یہ تھا کہ آدمی اپنی ماں، بہن اور بیٹی سے نکاح کرنے کا مجاز ہے۔ اسی طرح لذائذ جسمانی و خواہشاتِ نفسانی کو جب تک اس میں کوئی مضرت نہ ہو، یہ لوگ جائز سمجھتے تھے۔ خلیفہ معتصم باللہ نے افشین کی سرکردگی میں بابک سے جنگ کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی اور بابک مغلوب ہو کر ۲۲۳ھ میں مارا گیا۔ خرمیہ تناسخ کے بھی قائل تھے۔

اقلیم خوزستان یہ ملک اقلیم الجبال کے جنوب اور موجودہ عراق کے مشرق میں واقع تھا۔ چوتھی صدی ہجری میں یہاں پر آل بویہ خاندان حکومت کرتا تھا۔ جی۔ لی اسٹرانج اپنی کتاب سرزمین خلافت مشرقی میں لکھتا ہے کہ خوزستان کا لفظ صوبہ کے لئے آج کل قریب قریب متروک ہو گیا ہے۔ ایران کے اس علاقہ کو آج کل عربستان کہتے ہیں۔ یہاں کے باشندے اپنی بدعقیدگی، بے وفائی اور دیگر عیوب کی وجہ سے مذموم خلائق شمار کئے جاتے تھے۔

اس اقلیم کا دارالسلطنت اہواز تھا اور پوری اقلیم سات صوبوں میں منقسم تھی جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ سوس۔ اس کے مشہور شہر یہ تھے۔ بصنّا، متّوث، بیروت اور کرخہ۔

۲۔ جندیسابور۔ اس کے خاص خاص شہر دزر، روناش، قاضیین اور لور وغیرہ تھے۔

۳۔ تستر۔ آج کل اسے شوستر کہتے ہیں۔ مقدسی لکھتا ہے کہ تلاش کے باوجود مجھے اس کے اندر کوئی دوسرا شہر نہیں ملا۔

۴۔ عسکر۔ اس کو عسکر مکرم کہتے تھے۔ اس کے مشہور شہروں میں جوبک، زیدان اور سوق الثلثا وغیرہ تھے۔

۵۔ اھواز۔ اس کے خاص شہر سوق الاربعاء، باسیان، شوراب اور جبّیٰ تھے۔

۶۔ دورق۔ اس کے اندر مشہور شہر آزر، بغساباد، اندریار، میراقیان اور میراثیان تھے۔

۷۔ رامھرمز۔ اس کے مشہور شہر یہ تھے بینل۔ ایذج، تیرم، بازنگ اور کوزوک۔

مذکورۃ الصدر سات صوبوں کے صدر مقام انہی کے نام کے شہر تھے۔

مذہبی حالت۔ اس اقلیم میں سارے ممالک اسلامی سے زیادہ معتزلہ پائے جاتے تھے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ

فرقہ معتزلہ کا اصل مرکز یہی ملک تھا کیونکہ ابو علی جو اپنے زمانے میں معتزلا کا سب سے بڑا امام تھا وہ صوبۂ اہواز کے شہر جُبّیٰ میں پیدا ہوا تھا اسی وجہ سے ابو علی الجبائی کہلاتا تھا۔ اس کا انتقال ۳۰۳ھ میں ہوا۔ ابنِ حوقل یہاں کے مذاہب کے سلسلے میں لکھتا ہے کہ:

"رہے وہ مذاہب جن کو وہ لوگ اختیار کئے ہوئے تھے، اُن میں سے عقیدۂ اعتزال ان پر غالب تھا اور معتزلہ ہی کو باقی جملہ مذاہب پر غلبہ حاصل تھا"

اکثر شہروں میں اس فرقہ کے مدارس اور کتب خانے بھی تھے جن میں باقاعدہ معتزلی عقائد کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مقدسی نے رامھرمز کے حالات میں لکھا ہے کہ اس میں ایک کتب خانہ تھا اور آگے چل کر یہی سیاح لکھتا ہے کہ "اس میں ہمیشہ ایک عالم معتزلہ مذہب کے اصول پر علم کلام کی تعلیم دیا کرتا ہے"۔

اسی طرح وہ اہلِ عسکر کے بارے میں لکھتا ہے کہ ان کے اندر عقلمند اور دانشمند تھے جن میں سے اکثر علماء تھے جو مسجد میں چاشت کے وقت تک درس دیا کرتے تھے لیکن لوگ علمِ کلام کی وجہ سے ان سے نفرت کرتے تھے کیونکہ معتزلی عقیدے کی بنا پر یہ لوگ عامۂ مسلمین کے خلاف تھے۔ غرضکہ اہلِ عسکر سب کے سب اور اھواز، رامھرمز اور دَورق والوں میں سے اکثر اور جندیسابور کے بعض باشندے معتزلہ تھے۔ اھواز میں نصف باشندے شیعہ تھے۔ جندیسابور کے لوگ بالعموم اہلسنت والجماعت تھے۔ سوس اور اس کی چھاؤنیوں میں حنبلیہ تھے۔ غالباً یہ وہی طبقہ ہے جس کا ذکر اقلیم جبال میں گزر چکا ہے کہ یہ لوگ امیر معاویہ کی محبت میں غلو کرتے تھے۔

شہر اھواز میں امام ابو حنیفہؒ کے پیرو زیادہ تعداد میں تھے۔ ان میں جلیل القدر علماء و فقہاء اور آئمہ بھی تھے۔ اسی اھواز میں مالکی مذہب کے لوگ بھی تھے۔ جندیسابور اور تستر میں حنفی اور شافعی دونوں مذہب کے پیرو تھے۔ سوس اور اس کی چھاؤنیوں میں حنابلہ تھے اور رامھرمز میں ہر مذہب کے لوگ پائے جاتے تھے۔

اقلیم فارس

یہ اقلیم خوزستان کے جنوب مشرق اور خلیجِ فارس کے شمال مشرق میں واقع تھی۔ یونانی اس اقلیم کو پرسس کہتے تھے۔ یہاں کا قدیم شہر اصطخر (Persepolis) یہاں کا دارالحکومت رہ چکا ہے۔ آج کل یہ ملک حکومت ایران کے زیر اقتدار ہے اور دو بڑے صوبے فارس اور لارستان پر مشتمل ہے۔ چوتھی صدی ہجری میں یہاں کا دارالسلطنت شیراز تھا اور اس کے اندر چھ صوبے اور تین نواحی تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ ارّجان۔ اس کا صدر مقام اسی نام کا شہر تھا اور دوسرے مشہور شہر یہ تھے توستان، داریان، مہربان اور جنّابہ وغیرہ۔

۲۔ اردشیر خرّہ۔ اس کا صدر مقام سیراف تھا اور خاص خاص شہر یہ تھے۔ جور جو آج کل فیروز آباد کہلاتا ہے۔ اور میمند، نابند، کران، خورستان اور سمیران۔

۳۔ دارابجرد۔ اس کا صدر مقام اسی نام کا شہر تھا اور دیگر مشہور شہر یہ تھے۔ طبستان، کردبان، یزدخواست اور شہر یار۔

۴۔ شیراز۔ اس کا صدر مقام اسی نام کا شہر تھا اور مشہور شہروں میں بیضاء، فسا، کازرین اور رجویک وغیرہ تھے۔

۵۔ سابور۔ اس کا صدر مقام شہرستان تھا اور خاص شہر یہ تھے۔ دریز، کازرون، کاریان، جنبد اور کندران۔

۶۔ اصطخر۔ یہ صوبہ سب سے زیادہ وسیع تھا اور اس میں شہر بھی زیادہ تھے۔ جن میں سے مشہور یہ تھے۔ ہرات، میبند، فاروق، سروستان، کرمان اور توان۔

رودان، یزید اور خسو اس اقلیم کے تین نواحی تھے۔

مذہبی حالت اس اقلیم میں ہر مذہب و ملت کے لوگ بستے تھے اور ان میں مختلف قسم کی مذہبی رسمیں پائی جاتی تھیں مثلاً صبح کی نماز کے بعد مسجد میں حلقے لگا کر چاشت کے وقت تک بیٹھتے تھے۔ اس وقت یا تو فقہی مسائل پر گفتگو کرتے یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے یا کلام پاک کی تلاوت کرتے تھے۔ اسی طرح ہر روز بعد نماز عصر مجلسیں قائم ہوتیں جن میں علماء مغرب کے وقت تک عوام کو تعلیم دیتے تھے۔ جمعہ کی نماز مختلف مقامات پر ادا کرتے اور نماز جمعہ کے بعد نعرۂ تکبیر بلند کرتے تھے۔ عرفہ کے دن سب لوگ نماز ادا کرنے کے لئے پیدل جاتے تھے اور اس دن نماز کے بعد مجلس قائم نہ ہوتی بلکہ لوگ منتشر ہو جاتے۔ یہ لوگ ممبر کے سامنے بغیر لحن کے اذان کہتے تھے۔

ابن حوقل لکھتا ہے کہ فارس میں کچھ ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جنھوں نے مشہور مذاہب سے ہٹ کر جدید مذاہب اختیار کئے اور لوگوں کو ان کی طرف دعوت دی۔ اس قسم کے تین مذہبی پیشواؤں کا وہ ذکر کرتا ہے:

۱۔ ابوالمغیث حسین بن منصور حلاج جو شیراز کے شہر بیضاء میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے پیرو حلاجیہ کہلاتے تھے جن کا شمار حلولیہ فرقوں میں ہوتا ہے۔ حلاج شروع میں صوفیہ کے طرز پر کلام کرتا تھا اور اس کی عبارتیں اس قسم کی ہوتی تھیں جسے صوفیہ کی اصطلاح میں شطح کہتے ہیں یعنی اس میں دو معانی کا احتمال ہوتا ہے۔ ایک معنی محمود اور دوسرا مذموم ہوتا ہے۔ بغداد اور خراسان کے کچھ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ حلاج کے متعلق بہت سی روایتیں مشہور ہیں جن میں سے ایک عبدالقاہر بغدادی نے اس طرح بیان کی ہے:

قال عمرو بن عثمان کنت اماشیہ یوماً فقرأت شیئاً من القرآن فقال یمکننی ان اقول مثل ھذا۔	عمرو بن عثمان نے کہا کہ میں ایک دن اس (حلاج) کے ساتھ جا رہا تھا کہ میں نے قرآن میں سے کچھ حصہ پڑھا تو اس نے کہا کہ میں بھی ایسا کلام کہہ سکتا ہوں۔

حلاج کے بارے میں متکلمین، فقہاء اور صوفیہ کے درمیان اختلاف رہا ہے۔ اکثر متکلمین اس کو کافر کہتے ہیں۔ فقہاء میں سے ابوالعباس بن سریج سے جب اس کے قتل کے متعلق فتویٰ طلب کیا گیا تو انہوں نے توقف کیا لیکن ابوبکر

بن داؤد نے اس کے قتل کے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ اسی طرح مشائخ صوفیہ بھی اس بارے میں مختلف رائیں رکھتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے بغداد کے عباسی خلیفہ المقتدر باللہ کے بعض درباریوں کو اپنی جانب مائل کر لیا تھا جس سے خلیفہ کو خطرہ ہوا۔ بالآخر اس کے سو کوڑے لگوا کر اور ہاتھ پاؤں کاٹ کر ۳۰۹ھ میں دار پر لٹکا دیا گیا۔ تین دن کے بعد ان کو دار سے اتار کر جلایا گیا اور اس کی راکھ کو دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا۔

۲۔ محمد بن علی شلمغانی جو ابن ابی العذاقر کے نام سے مشہور تھا۔ اس کا ظہور ۳۲۲ھ میں بغداد میں ہوا۔ اس کے پیرو عذاقریہ کہلاتے تھے۔ ان لوگوں کا بھی شمار حلولیہ فرقوں میں ہوتا تھا کیونکہ شلمغانی نے اپنے اندر خدا کی روح کے حلول کا دعویٰ کیا تھا اور اپنا نام روح القدس بتاتا تھا۔ اس نے اپنے پیروؤں کے لئے ایک کتاب الحاسۃ السادسۃ لکھی جس میں جملہ تکالیف شرعیہ کے ساقط ہونے اور لواطت کے جائز ہونے کی صراحت کی تھی۔ ابن حوقل لکھتا ہے کہ وہ خفیہ طور پر امتِ محمدی کے اندر اختلاف ڈالنا چاہتا تھا۔ اور ان پر اعتراض کرتا تھا۔ لوگوں کو کبھی فاطمی خلیفہ المعز لدین اللہ کی طرف دعوت دیتا تھا اور کبھی خود اپنی طرف دعوت دیتا تھا۔ آخرکار عباسی خلیفہ الراضی باللہ نے اس کو مع اس کے ساتھیوں کے گرفتار کر لیا جن میں سے بعض نے توبہ کر کے شلمغانی سے برأت ظاہر کی جن کو چھوڑ دیا گیا۔ لیکن فقہاء کے مشورہ سے ابو عون کو شلمغانی کے ساتھ سولی پر چڑھا دیا گیا۔

۳۔ تیسرا پیشوا حسن بن بہرام جنّابی تھا جس کی کنیت ابو سعید تھی۔ یہ ارّجان کے مذکورہ بالا شہر جنّابہ میں پیدا ہوا تھا۔ ابتدا میں آٹے کی تجارت کرتا تھا اس کے بعد قرمطی تحریک میں شریک ہو کر عبدان کاتب کی جانب مائل ہو گیا۔ یہ عبدان حمدان قرمط کا خلیفہ اور داماد یا بہنوئی تھا۔ جنّابی کے متبعین جنّابیہ کہلاتے تھے اور ان لوگوں کا شمار قرامطہ باطنیہ میں ہوتا تھا۔ اس نے عباسی خلیفہ معتضد کے زمانے میں خروج کیا اور رفتہ رفتہ بحرین کے تمام علاقے میں اپنا مذہب پھیلا دیا۔ اس کا خیال تھا کہ حشر و نشر سے متعلق ساری باتیں جھوٹی ہیں اور احکامِ شرعیہ پر عمل نہ کرنا چاہیئے۔ تیسری صدی ہجری میں ایک مرتبہ موسم حج کے زمانے میں ایک بڑی جمعیت لے کر مکّہ پر حملہ کر دیا اور تین ہزار حاجیوں کو قتل کر ڈالا۔ آخرکار ۳۰۱ھ میں شہر احساء کے ایک حمام میں جو اپنے محل میں بنا رکھا تھا اپنے خاص پیروؤں کے ساتھ مار ڈالا گیا۔

مقدسی لکھتا ہے کہ شیراز کے اندر صوفیہ کا کافی زور تھا۔ اسی ماحول کا یہ اثر تھا کہ بعد میں سعدی اور حافظ جیسے صوفی شعراء یہاں پیدا ہوئے۔

یہاں فرقۂ داؤدیہ کو کافی اہمیت حاصل تھی اور کسی دوسرے ملک میں یہاں سے زیادہ داؤدیہ نہیں پائے جاتے تھے۔ ان لوگوں کی علمی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں جن میں باقاعدہ درس دیا جاتا تھا۔ حکومت کے مختلف شعبوں میں انھیں میں سے افسران مقرر ہوتے تھے۔ عضد الدولہ بھی اس فرقے کا عقیدتمند تھا۔ لیکن عام طور پر لوگوں کا عمل اہلحدیث کے مذہب پر تھا اور تکبیر کے کلمات ایک ایک بار کہے جاتے تھے۔ صوبۂ ارّجان اور اس کے ساحلی علاقوں میں شیعہ فرقہ کی کثرت

تھی۔ یہاں پر معتزلہ بھی کافی تعداد میں موجود تھے اور معتزلہ میں سے خواص ابو علی الجبّائی کو دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔ ابنِ حوقل کا بیان ہے کہ شیراز، اصطخر اور فسا میں حشویہ غالب تھے اور فتاویٰ میں اہلحدیث کے مذہب پر اُن کا عمل تھا۔

اس اقلیم میں مختلف فقہی مذاہب مروج تھے حنفی المذہب بھی تھے اور شافعی اور حنبلی مذاہب کے پیرو بھی۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ کے متبعین کی تعداد زیادہ تھی۔

غیر اسلامی مذاہب

اس ملک میں یہودی بھی تھے اور عیسائی اور مجوس بھی۔ لیکن یہودیوں کی تعداد عیسائیوں سے کم تھی۔ البتہ ان تینوں میں مجوس سب سے زیادہ تھے۔ بلکہ یہاں سے زیادہ مجوسی کسی دوسرے ملک میں نہیں پائے جاتے تھے۔ کیونکہ یہاں پر کسی زمانے میں ان کی حکومت رہ چکی تھی اور انہیں کے مذہب کا غلبہ تھا۔ اسلام آنے کے بعد بھی یہ حالت تھی کہ بقول مقدسی یہاں کے مسلمان نوروز اور مہرجان کے موقع پر مجوسیوں کے ساتھ عید مناتے تھے۔ شیراز کے حال میں مقدسی لکھتا ہے:

ورسوم المجوس مستعملة۔ لوگ مجوسیوں کی رسموں پر عمل کرتے تھے۔

ابن حوقل لکھتا ہے کہ فارس میں بہت کم شہر ایسے تھے جن میں آتش کدہ نہ ہو۔ بعض آتش کدے ایسے تھے جن کی بہت زیادہ تعظیم کی جاتی تھی۔ ان میں زیادہ مشہور یہ تھے۔ آتشکدۂ کاریان جو عام طور پر آتش کدۂ فرآ کے نام سے موسوم تھا۔ آتش کدۂ جرّہ جو دارابن دارا کی جانب منسوب تھا۔ مجوسی قسموں میں مبالغہ کے لئے اس کی قسم کھاتے تھے۔ آتشکدۂ بارین جو شہر جور کے حوض کے قریب تھا۔ آتشکدۂ شبیرخشین جو باب سابور کے پاس تھا۔ آتشکدۂ جُنبذ کاوس۔ یہ بھی باب سابور کے پاس باب ساسان کے بالمقابل واقع تھا۔ آتشکدۂ جُفتہ جو شہر کازرون میں واقع تھا۔ آتشکدۂ کلازن۔ یہ بھی شہر کازرون ہی میں واقع تھا۔ آتشکدۂ کارستان جو شیراز میں واقع تھا۔ آتشکدۂ ہُرمزد، یہ شیراز کے اندر دوسرا آتشکدہ تھا۔ آتشکدۂ منسریان، یہ باب شیراز کے پاس برکان نام کے ایک گاؤں میں واقع تھا۔ ان لوگوں کی بعض رسموں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ گائے کے پیشاب کو متبرک سمجھتے تھے۔

اقلیم کرمان

کرمان شمال کی طرف سے خراسان، مشرق میں شمالی بلوچستان، مغرب میں یزد اور فارس اور جنوب میں مکران سے گھرا ہوا ہے۔ یہاں پر پہلے آل سامان کی حکومت تھی۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد علی بن بویہ نے اس پر قبضہ کر کے بویہی حکومت میں شامل کر لیا۔ مگر مقدسی کے زمانے میں یہ علاقہ دیلمیوں کے ہاتھ میں چلا گیا تھا۔ یہ لوگ سالانہ دو لاکھ دینار حاکم خراسان کو ادا کرتے تھے۔ اس ملک کا دارالسلطنت سیرجان تھا۔ اس کے اندر ایک ناحیہ اور پانچ صوبے تھے۔ ہر صوبے کے صدر مقام اسی نام کے شہر تھے۔ تفصیل اس کی حسب ذیل ہے:

۱۔ بردسیر۔ اس کے اندر مشہور شہر یہ تھے ماہان، کوغون، زرند، اناس اور کارشتان۔ اس کے اندر ایک ناحیہ خبیص تھا جس سے متعلق چند دیگر شہر تھے۔

۲۔ نرماسیر۔ اس کے خاص شہروں میں بابر، کرک، ریکان اور نسا تھے۔

۳۔ سیرجان۔ اس کے مشہور شہر یہ تھے بیمند، شامات، واجب، برزورک اور خور۔

۴۔ بمؔ۔ یہ صوبہ اقلیم فارس کی سرحد پر واقع تھا اور اس کے مخصوص شہروں میں دارژین، طوشتان، اوارک، مہرکرد اور راین تھے۔

۵۔ جیرفت۔ یہ تمام صوبوں سے زیادہ صاف ستھرا تھا اس کے خاص شہر یہ تھے۔ مغون، ہرموز، جکین، بارجان، قوہستان، روذکان اور منوقان جو بعد میں منوجان کہلانے لگا۔

مذہبی حالت اس اقلیم میں خوارج، معتزلہ، شیعہ اور اہلسنت والجماعت سبھی لوگ پائے جاتے تھے۔ شہر بمؔ میں تین مسجدیں تھیں جن میں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی تھی۔ بازار والی مسجد پر خوارج کا قبضہ تھا جس میں ان لوگوں کا بیت المال بھی تھا۔ دوسری مسجد جو بزّازوں کے محلہ میں واقع تھی وہ سنیوں کے پاس تھی۔ اور تیسری مسجد قلعہ کے اندر تھی۔ ابن حوقل لکھتا ہے کہ یہاں پر خوارج کم تھے۔ لیکن جو بھی تھے وہ خوشحال تھے۔ سیرجان میں معتزلہ کی کافی تعداد تھی۔ روذبار، قوہستان، بلوص اور منوجان کے باشندے شیعہ تھے۔

اس ملک میں امام شافعیؒ کے مذہب کا غلبہ تھا بجز جیرفت کے، اس لئے کہ وہاں کے لوگ حنفی المذہب تھے۔ مقدسی لکھتا ہے کہ جیرفت کے علاوہ دوسرے صوبوں میں بھی امام ابوحنیفہؒ کے پیرو کافی تعداد میں موجود تھے۔

اقلیم سندھ یہ علاقہ کرمان کے مشرق میں واقع تھا۔ یہاں پر مختلف حکومتیں قائم تھیں۔ مکران پر ایک عادل بادشاہ حکومت کرتا تھا جو فاطمی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا۔ اسی طرح ملتان میں ایک زبردست عادل سلطان تھا جو فاطمی خلیفہ کا مطیع تھا اور اسی کے حکم سے یہ لوگ اپنے انتظامات درست کرتے تھے۔ ان کے مراسلات اور تحفہ جات مصر کو جاتے تھے۔ منصورہ میں ایک قریشی سلطان حاکم تھا جو عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا۔ آج کل اس اقلیم کے بعض حصے ایران و افغانستان اور اکثر پاکستان اور بعض مشرقی علاقے ہندوستان میں شامل ہیں۔ یہ اقلیم مکران کے علاوہ پانچ صوبوں میں منقسم تھی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ مکران۔ اس کا صدر مقام بنجبور تھا اور مشہور شہر یہ تھے۔ مشکہ، کیج، بربوز، دمندان اور ارمابیل۔

۲۔ طوران۔ اس کا صدر مقام قزدار تھا اور خاص شہروں میں قندبیل، جترد، بلکانان اور خوزی تھے۔

۳۔ سندھ۔ (آج کل سندھ کہلاتا ہے) اس کا صدر مقام منصورہ تھا اور خاص شہر یہ تھے۔ دیبل، نندریج، نیرون، بلّری، بھروچ، سدوسان، کیناص اور صیمور۔

۴۔ ویہند۔ بعضوں نے اس صوبے کا نام ھندر کہا ہے۔ اس کے مشہور شہر یہ تھے۔ قامہل، کنبایہ اور سندان۔

۵۔ قنوّج۔ اس کا صدر مقام اسی نام کا ایک شہر تھا۔ اور مخصوص شہر قدار، ابار، دجین اور برھیروا تھے۔

۶۔ ملتان۔ اس کا صدر مقام شہر ملتان تھا اور دیگر مشہور شہر یہ تھے۔ راماذان، دروین، برور، جندرور اور بسمد۔

مذہبی حالت

ملتان کے باشندے شیعہ تھے لیکن ملک کے اکثر لوگ اہلحدیث تھے۔ مقدسی لکھتا ہے کہ میں نے ابو محمد منصوری کو دیکھا ہے۔ یہ داؤد ظاہری کے مذہب کے امام تھے اور ان کا کام تدریس اور تصنیف و تالیف تھا۔ انھوں نے متعدد اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔ یہاں پر معتزلہ بالکل نہیں تھے۔ عام طور پر یہاں کے لوگ صراطِ مستقیم پر گامزن تھے اور ان کی طبیعتوں میں نیکی اور پاکیزگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غلو، تعصب اور فتنہ و فساد سے نجات بخشی تھی۔ ملتان کے لوگ علمِ تفسیر، علمِ فقہ اور قرأت سبعہ کی تحصیل میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ ملتان سے باہر نصف فرسخ کے فاصلے پر جندرور نام کی ایک چھاؤنی تھی۔ ملتان کا حاکم وہیں رہتا تھا اور سوائے جمعہ کے دن کے اور کسی دن ملتان میں داخل نہ ہوتا تھا۔ جمعہ کے دن ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں آتا اور یہاں کے باشندوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کر کے اپنے دار الامارہ جندرور کو واپس چلا جاتا تھا۔ اس اقلیم میں کوئی قصبہ یا شہر ایسا نہ تھا جہاں امام ابو حنیفہ کے پیرو نہ ہوں ملن کے علاوہ نہ تو کوئی مالکی المذہب تھا اور نہ حنبلی۔

غیر اسلامی مذاہب

یہاں کی غیر مسلم آبادی بُت پرست تھی۔ برہیروا میں پتھر کے دو بُت تھے جن تک کسی کی رسائی نہ ہو سکتی تھی۔ ان لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جو شخص ان بتوں کے پاس اپنی حاجت پیش کرتا ہے اس کی حاجت روائی ہو جاتی ہے۔ ان کے علاوہ ملتان میں بھی ایک بُت تھا جو ہند کا سب سے بڑا بُت مانا جاتا تھا۔ اصل میں اس بت کا نام ملتان تھا۔ بعد میں پورے شہر کا نام ملتان پڑ گیا۔ ورنہ شہر کا نام مسلمانوں نے فرج بیت الذھب رکھا تھا۔ ابنِ حوقل اس کی وجہ تسمیہ یہ لکھتا ہے کہ یہ شہر اسلام کے ابتدائی دور میں فتح ہوا جبکہ مسلمانوں میں افلاس اور تنگدستی کا غلبہ تھا لیکن جب فتح کے بعد یہاں پر سونا (ذھب) کافی مقدار میں ملا تو مسلمانوں میں وسعتِ رزق اور خوشحالی پیدا ہو گئی اسی لئے اس شہر کا نام فرج بیت الذھب رکھ دیا گیا۔ بہرکیف اس بُت کی زیارت کے لئے لوگ دور دراز شہروں سے آتے تھے اور ہر سال ایک کثیر رقم اس بُت کی نذر کرتے تھے۔ وہ رقم بتخانہ اور اس کے پجاریوں اور مجاوروں کے اوپر خرچ کی جاتی تھی۔ مقدسی نے اس بُت کا حلیہ اس طرح بیان کیا ہے کہ "اس کی شکل ایک مرد کی سی ہے۔ جو دونوں پاؤں بچھا کر چوزانو بیٹھا ہے، اور یہ بُت پختہ اینٹ اور مسالہ سے بنائی ہوئی ایک کرسی پر رکھا ہوا ہے۔ سنجاب کے مثل سرخ رنگ کا چمڑا پہنے ہوئے ہے جس میں صرف اس کی دو آنکھیں دکھائی دیتی ہیں جو دراصل دو یاقوت ہیں اور اس کے سر پر سونے کا ایک تاج ہے۔ اپنی باہوں کو گھٹنوں پر پھیلا رکھا ہے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو بند کر لیا ہے۔"